شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ

عبد القیوم طور شہید

تھوڑے سال گزرے ہیں یہاں کچھ لوگ رہتے تھے
جو دل محسوس کرتا تھا علی الاعلان کہتے تھے

یوں تو موت ہر انسان کا مقدر ہے۔ کسی کو اس سے مفر نہیں لیکن بعض موتیں اچانک اور عالم شباب میں ایسی ہوتیں جن کی یادیں عرصہ تک باقی رہتی ہیں اور جن کے صدمے کی ٹیسیں ہر حساس شخص کو تڑپاتی رہتی ہیں۔

یہ درست ہے کہ شخصیات آتی جاتی رہتی ہیں۔ مگر بعض شخصیات کا وجود اتنا بابرکت ہوتا ہے کہ ان کے اٹھ جانے سے جو خلا پیدا ہوجاتا ہے اس کی تلافی مشکل ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ شہید کی غیر متوقع رحلت سے دینی' مزہبی' سیاسی سماجی' ادبی اور صحافتی حلقوں میں ایک جمود' ایک ٹھہراو اور ایک تعطل پیدا ہوگیا تھا......

خود اپنا حال یہ ہے کہ اپنے قائد کے بارے میں کوئی حساس تحریر یا کوئی حیرت انگیز واقعہ سنتا ہوں تو طبعیت کا توازن درست نہیں رہتا. دل خون کے آنسو روتا ہے آنکھیں غم سے پھٹی رہ جاتی ہیں۔ عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے. دماغی سفر رک جاتا ہے اور پورا جسم غم والم کی تصویر جن جاتا ہے. اور یہی حال ان سے عقیدت رکھنے والے ہر شخص کا ہے۔

میں نے وہ تمام اخبارات سمبھال کر رکھے ہوئے ہیں جن میں علامہ شہید کی زخمی اور وفات کی خبریں اور تصویریں نمایاں لگی ہوئی ہیں اور مجھے وہ ہر اخبار آج کا تازہ اخبار معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آج ہی وہ بم کے دھماکے میں زخمی ہوئے ہیں۔

آج ہی ریاض کے ملٹری ہسپتال میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ آج ہی مسجد نبوی میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے اور آج ہی انہیں تمام سرکاری اعزازات اور آہوں اور سسکیوں کے ساتھ ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں جنت البقیع میں سپرد خاک کردیا ...... **انا للہ و انا الیہ راجعون......**

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تیری جلوہ گاہ ہو

راقم اس دن کو کبھی بھول نہیں سکتا جب علامہ شہید میو ہسپتال میں زیر علاج تھے اور بندہ بہت

سی سرکاری پابندیوں کو توڑ کر ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ صاحب فراش تھے۔ میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلی بار اسلام کے اس عظیم فرزند کو یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی اس کے بعد قضاو قدر نے ہمیشہ کیلئے ملاقات کا دروازہ بند کر دیا۔

۔ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں ......

علامہ مرحوم کیا تھے اور کیا نہ تھے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھے۔بعض لوگ الفاظ کے معاملہ میں بہت بخیل ہوتے ہیں۔ اور بعض اتنے فیاض ہوتے ہیں کہ ذرہ کو آفتاب بنا دیتے ہیں۔ بلاشبہ علامہ مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کی خوبیاں الفاظ میں نہیں سما سکتیں بلکہ الفاظ منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایک انسان میں کتنے انسان سما گئے تھے۔

علامہ مرحوم حافظ قرآن' متعدد عربی کتابوں کے مصنف' بہت بڑے ادیب' عظیم سیاستدان' صحافی' انشاء پرداز' سینکڑوں تقریروں کے مرقع' خطابت تو خیر ان کی خانہ زاد تھی اپنے اور پرائے سب ان کی خطابت کے قائل تھے۔ ان کی آواز میں شیر کی گرج اور سمندر کا طغیان تھا۔

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

آپ کی آواز میں رعب تھا' دبدبہ تھا' ولولہ تھا' حسن تھا' جمال تھا' سحر تھا اور آپ کی تقریر میں اعجاز مسیحائی تھا. ان کی تقریر کا ایک ایک لفظ سینوں کو چیرتا اور دلوں میں پیوست ہو جاتا. جب وہ تقریر کیلئے کھڑے ہوتے الفاظ دلہنوں کے روپ میں قطاریں باندھ کر سامنے کھڑے ہو جاتے تقریر کرتے وقت وہ مصلحتوں کی زنجیروں کو پرے پھینک دیتے ان کی خطابت کے طوفان میں بڑے بڑے جابر حکمران خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کی وفات پر کہا تھا اگر کسی کو عدل وانصاف کی وجہ سے موت نہ آتی تو وہ عمر بن عبدالعزیز تھے. میں اسی خیال کو مستعار لے کر کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی کو خطابت کی وجہ سے موت نہ آتی وہ علامہ احسان الٰہی ظہیر تھے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنی خوبصورت آواز اور سحربیانی سے کھیلتے تھے اور مجمع کو لوٹ لیتے تھے شورش کاشمیری لفظوں کے زور پر لوگوں میں ہلچل پیدا کر دیتے تھے مگر علامہ مرحوم کی یہ خوبی تھی کہ وہ لوگوں کے دلوں سے کھیلتے تھے۔

ملاں کی اذان اور مجاہد کی اذان اور

انہوں نے ایوب خاں کی حکومت کو للکارا' بھٹو آمریت کا جنازہ نکالا اور مارشل لاء کے خالقوں کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق بات کہی ان کے الفاظ کی کاٹ تلوار سے بھی زیادہ تیز تھی۔
وہ مرد مجاہد سعید بن مسیب کی طرح چیپیانوالی مسجد میں للکار کر حکمرانوں سے اور مالک بن دینار کی طرح سرعام کہتا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بکریوں کا چرواہا بنایا تھا مگر تم نے بکریوں کا گوشت کھایا ان کے بالوں کا کپڑا بن کر پہن لیا اور خالی ہڈیاں چھوڑ دیں۔
علامہ شہید نے ہر دور میں حق بات کہی حق بات کہتے وقت خوف وہراس ان کے دل و دماغ سے باہر ہوتا تھا۔ انہوں نے بڑے بڑے خطرے مول لیئے حتی کہ اپنی جان کا بھی نذرانہ پیش کر دیا مگر اسلام کی روح کو فنا نہیں ہونے دیا اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے' مال دولت' جائداد' اولاد کوئی چیز نہیں اگر حق کی راہ میں میری جان بھی چلی جائے جان دینا منظور ہے حق چھوڑنا گوارا نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

من المومنین رجال صدقوا ماعهدوا اللہ، فمهم من قضی نحبه' ومنهم من ينتظر وماهد لواتبديلا

تاریخ گواہ ہے علماء نے باطل کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا وہ جان کی بازی لگا کر بھی ظالم وجابر حکمرانوں کے روبرو حق کی بات کہتے رہے۔
کسی نے مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھا تھا کہ ولادت ان کے مادر زاد تھی بالکل اسی کا اطلاق علامہ مرحوم کی شخصیت پر ہوتا ہے۔ آپ جب پیدا ہوئے تو ایک گھر کی خوشی تھی۔ ایک خاندانوں کی آنکھوں ٹھنڈی ہوئیں ایک ماں کو گود ہری ہوئی. مگر جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو عالم اسلام میں صف ماتم بچھ گئی ..... مائیں علامہ مرحوم جیسے بچے روز روز نہیں جنا کرتیں. وہ ماں بڑی خوش نصیب جس نے علامہ احسان الٰہی ظہیر کو جنا۔ وہ باپ بڑا خوش قسمت جسے اسلام کے اس عظیم فرزند کے والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔
علامہ شہید کا وجود ایک ادارہ تھا' ایک مدرسہ تھا' ایک انجمن تھا' ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھا. وہ اتنا ابھرا کہ بس ابھرتا چلا گیا' اتنا بلند ہوا کہ بڑی بڑی چوٹیوں کو سر کیا. اتنی اونچی پرواز کی کہ شاہین کو پیچھے چھوڑ دیا گیا. پھر اس کا نام نہ صرف ملک کے طول و عرض میں لیا جانے لگا بلکہ سمندر پار بھی گونجنے لگا وہ لاہور میں زخمی ہوئے ریاض میں دم توڑا مدینہ منورہ کے جنت البقیع

میں دفن ہوئے

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

قیامت کے روز جہاں سے حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور امام مالک بن انس اٹھیں گے وہاں سے یہ عاشق رسول بھی اٹھے گا ہمیں جہاں ان کے جانے کا غم ہے وہاں ہمارے سر فخر سے اونچے بھی ہیں کہ انہوں نے راہ حق میں شہادت پائی ہے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے ہیں۔ یا درہے علامہ مرحوم نے اس خواہش کا اظہار جنت البقیع میں ایک ایسے موقع پر کیا تھا؟ جب مدینہ یونیورسٹی کے ایک طالب علم کو دفن کیا جارہا تھا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے

اللھم اوزقنی شھادۃ فی سبیلک وو فاۃ فی بلدنبک

اے اللہ ! تیری راہ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں اور تیرے حبیبؐ کے شہر میں دفن ہونے کی آرزو کرتا ہوں۔

یوں تو علامہ شہید بہت سی خوبیوں کے مالک تھے بلاشبہ انہوں نے اپنی چوالیس سالہ زندگی میں مختلف حوالوں سے ملک وقوم کیلئے بے شمار خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی روشن خدمات کو صبح قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ مگر ان کی شخصیت میں سب سے نمایاں خوبی جو دیکھنے میں آئی ہے اور جس کا اعتراف سبھی نے کیا یہ تھی کہ وہ مسلک کے دھنی تھے۔

ملک کی پہچان تھے اپنے مسلک کیلئے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی اس بارے میں اپنے اندر کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔

ہمیشہ ہر عام و خاص کے سامنے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اپنا مسلک بیان کرتے مذہبی اسٹیج ہو یا سیاسی اہلحدیث کا نام لیئے بغیر نہیں آتے تھے۔ اور تو اور اگر اپنے حریف کے اسٹیج پر بھی کچھ کہنے کا موقع مل جاتا تو وہاں بھی اپنے مسلک کا جھنڈا گاڑ دیتے۔

میں سمجھتا ہوں یہ ان کی ایک ایسی منفرد خوبی ہے جس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

حقیقت یہ ہے ان کے اندر اپنے مسلک کے بارے میں ایک تڑپ تھی ایک جذبہ تھا وہ چاہتے تھے قرآن وسنت پر مبنی اس مسلک حقہ کو اندرون اور بیرون ملک پھیلانا جائے اور لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول سے آشنا کرایا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں علامہ شہید نے اپنے مسلک کی اشاعت وترویج کیلئے اپنی طاقت اور بساط سے بڑھ کر کام کیا اور پھر ایک ایسی جماعت جو مدتوں

سے سوئی ہوئی تھی۔ ان کو بیدار کر دیا

علامہ مرحوم نے قریہ' قریہ' بستی بستی' شہر' شہر' جاکر اپنے ہم مسلک بھائیوں کو جھنجوڑا اور اپنے ہمعصر خطیبوں' واعظوں اور مبلغوں کو پردوں کو چاک کردیا جو مصلحتوں نے ان پر ڈال دیئے تھے۔ اب اللہ کے فضل وکرم سے جماعت اہلحدیث کا ہر فرد جاگ اٹھا ہے بلکہ ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ علامہ شہید نے جماعت اہلحدیث پر جو احسانات کیے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں لمحے بھر کے لئے ان کو بھولا نہیں جاسکتا یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص بے وفائی کے ہاتھوں اس عظیم انسان کے احسانات بھول جائے ورنہ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے. اور انہوں نے قصور کے جلسہ عام میں ایسے تو نہیں کہا تھا۔

(کبھی یاد کیا کرو گے مگر اس وقت ہم نہیں ہوں گے اور تم اپنے بیٹوں کو داستانیں سنایا کرو گے کہ جب ہر طرف خوف تھا۔ ظلمت تھی. تاریکی تھی اور ہر طرف ظلمت کا سناٹا تھا اور لوگ اہلحدیثوں کو اپنی بھیڑ بکریاں سمجھتے تھے ایک کمزور آدمی لاہور سے اٹھا تھا اور اس نے کہا تھا لوگو سن لو اہلحدیث کسی کی بھیڑ بکری نہیں ہیں اہلحدیث اس کائنات کی وہ قوت اور طاقت ہیں کہ اگر اسے احساس ذوق پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی جماعت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی)

یہ ان کے تاریخی الفاظ تھے اگر مورخ کے قلم نے انصاف کیا تو یہ الفاظ تاریخ کے اندر آب زر سے رقم کئے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک وقت تھا جب برصغیر کے اندر اہلحدیثوں کا کوئی نام لیوا نہ تھا۔ اہلحدیث' اہلحدیث کہلوانے سے گھبراتا تھا رفع الیدین کرنے کی ہمت نہیں تھی بلند آمین کہنے کی جرات نہیں تھی۔ یمین ویسار کا ان پر خوف تھا۔ مسجدوں سے ان کو دھکے دے کر نکال دیا جاتا۔ جس جگہ پر نماز پڑھتے نہ صرف اس جگہ کو دھویا جاتا بلکہ اکھاڑ دیا جاتا حتی کہ ان سے ہاتھ ملانے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا اس حد تک اہلحدیثوں کو نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ لاہور سے ایک نوجوان اٹھا اس نے شیر کے لہجے میں گرجتے ہوئے کہا۔

اہلحدیثو! اٹھو یہ وقت تمہارے سونے کا نہیں جاگنے کا ہے۔ مفاد پرست اور امارتوں کے بھوکے لوگ تمہیں لوریاں دیکر سلاتے رہے کہ سرنہ اٹھانا مارے جاو گے اب تمہیں جگانے والے آپہنچے ہیں۔

ایک ہاتھ میں رب کا قرآن تھام لو اور دوسرے ہاتھ میں رسول کا فرمان پکڑ لو اور اس تند و تیز آندھی کی طرح پوری دنیا پر چھا جاؤ جس کی تیز رفتاری کا نہ اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ آپ۔ خدا شاہد ہے۔ چشم فلک گواہ ہے اس مرد مجاہد کے اٹھنے کی دیر تھی کہ ہم نے ظلمتوں کو بھاگتے دیکھا تاریکیوں کو چھپتے دیکھا حق کو ابھرتے دیکھا باطل کو دبتے دیکھا۔ خوف و ہراس کا جنازہ اٹھتے دیکھا پہلے اہلحدیث سر جھکا کر چلتا تھا اب سر اٹھا کر چلتا تھا اب یمین ویسار کی پرواہ کئے بغیر یہ سب کچھ کرتا ہے۔ یہ اس عظیم انسان کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے مگر افسوس زندگی نے وفا نہ کی۔

اور وہ باطل قوتوں سے ٹکراتے ہوئے جام شہادت نوش فرماگئے لیکن ابھی تک ان کے قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا گیا احتجاج کا کون سا طریقہ ہے جو اپنایا نہیں گیا ہم پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ اگر اہلحدیث شہداء کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جاتی تو مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل اور ایسے دوسرے سانحات رونما نہ ہوتے۔

آج پھر ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ شہداء کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سرعام پھانسی پر لٹکایا جائے۔

حاکمو یا ہمیں قاتل کا پتہ بتلا دو
یا ہمارے گہر و لعل لٹا دو

ابراہیم
کشمینا
انٹرنیشنل
کشمینا اون جیسی کوئی اون نہیں
ابراہیم سپنرز
۶۲۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
فون:۔ ۶۶۱۳۵ —— ۳۲۴۶۸۲ —— ۲۲۴۱۹۰